Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 29,Issue:1 .(January-June) 2022
Published by:Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

تعدد ازدواج: مولانا عمر احمد عثمانی اور متجددین کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

Polygamy: A Research analysis of Maulana Umar Ahmad Usmani and Contemporary Modern Scholar's thoughts

Syed Shahzad Ali:
M Phil Scholar,Governament College University ,Lahore.
Dr. Hafiz Muhammad Naeem:
HOD, Department Arabic & Islamic Studies, Government College University ,Lahore.

Marriage is a social contract that guarantees chastity, strengthens family life and contributes to the reproduction process. Before the advent of Islam, rampant polygamy was observed among the Arabs who always considered their wives merely as slave, and a source of their sexual satisfaction. However, Islam curbed this notion of rampant polygamy and limitized the number of wives upto four with the condition of ensuring the principle of equality among the wives. Maulana Umar Ahmad Usmani, a renowned scholar is of the view that Islam permits polygamy only in unavoidable circumstances. The contemporary modern scholars opine that there is the only one marriage concept in Islam and polygamy is restricted to some special situation. In the liberal world, polygamy is considered the violation of human rights where as having multiple illicit sexual relations are accepted in the name of liberty. The traditionalist scholars are of the view that Islam has clearly given the permission of polygamy upto four wives with the condition that a husband equally treats these four wives. A critical analysis of Maulana Umar Ahmad Usmani and modern scholars on polygamy has been done in this article.

KeyWords: Umar Ahmad Usmani, Marriage, Polygamy, Modern scholars, Liberals, Traditionalists

مولانا عمر احمد عثمانی ۱۹۱۶ء کو تھانہ بھون کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ آپ برصغیر پاک وہند کے معروف عالم دین مولانا ظفر احمد عثمانیؒ[1] کے صاحب زادے اور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا ایک علمی شاہکار فقہ القرآن ہے۔ فقہ القرآن

[1] ۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۷۴ء) ممتاز عالم دین، مصنف، عربی شاعر، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ آپ نے مشرقی پاکستان میں پاکستان کا پرچم لہرایا، شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے اور ہم زلف، درجنوں عربی کتب کے مؤلف

کی حیثیت ایک انسائیکلوپیڈیا کی سی ہے۔ مولانا عمر احمد عثمانی نے فقہ القرآن میں احکام و مسائل کے ضمن میں قرآن کریم کی نصوص کے ساتھ احادیث سے بھی استنباط کیا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل دس جلدوں میں مکمل ہونا تھی لیکن عمر احمد عثمانی صاحب کی وفات کی وجہ سے اس کی صرف آٹھ جلدیں منظر عام پر آسکیں۔ اس میں قریباان تمام اہم موضوعات کو سمو دیا گیا ہے جو قرآن کریم میں اجمالی انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

مولانا عمر احمد عثمانی نے فقہ القرآن میں فقہ النسآ کے ضمن میں کئی اہم مباحث کو بیان کیا ہے جن میں سے ایک اہم مبحث تعدد ازدواج ہے۔ اس ضمن میں آپ کی آراء کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ انہی آراء کی بدولت مولانا عمر احمد عثمانی پر مغربیت پروردی اور انکار حدیث کے الزامات لگے اور ان کے خلاف فتاویٰ بھی جاری کیے گئے۔ ذیل میں ہم تعدد ازدواج پر ان کے اور متجددین کے خیالات کا تعارف و تجزیہ پیش کریں گے۔ نیز جمہور کی آراء کو بھی بیان کیا جائے گا۔

تعددِ ازدواج: مولانا عمر احمد عثمانی کے افکار و آراء

مولانا عمر احمد عثمانی کے مطابق مسلمان مرد ایک وقت میں ایک عورت کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے لیکن اگر حالات کی وجہ سے تبدیلی رونما ہو جائے تو پھر ایک سے زائد نکاح کیے جاسکتے ہیں۔ آپ تعددِ ازدواج کی بحث کو لفظ 'زوج' سے واضح کرتے ہیں۔

"الزوج،الفرد الذی لہ قرین،والزوج:الاثنان ۔وعندہ زوجا نعال۔الزوج :اثنان، کل اثنین:زوج، اشتریت زوجین من خفاف:ای اربعۃ۔وکل شیئین مقترنین شکلین کان او نقضین فھما زوجان وکل واحد منھما"[2]

(زوج، زوج سے مراد وہ فرد ہے جس کا قرین (ساتھی) موجود ہو۔ زوج کا اطلاق دو پر ہوتا ہے جیسا کہ عندہ زوجا نعال (اس کے پاس جوتے کا ایک جوڑا ہے۔) زوج دو (کے جوڑے کو) کہتے ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو زوج کہا جائے گا، (مثال کے طور پر) اشتریت زوجین من خفاف یعنی چار موزے خریدے۔ کوئی بھی دو چیزیں جو ایک دوسرے کی ہم شکل ہوں یا ایک دوسرے کی نقض ہوں تو وہ زوجان ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو زوجان کہا جائے گا۔)

مولانا عمر احمد عثمانی لغات میں 'زوج' کے لفظ کی لغوی تعریف بیان کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ زوج سے مراد ایک مرد اور ایک عورت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک مرد کے مقابل چار، پانچ یا دس افراد۔[3]

مولانا موصوف قانون تخلیق کے عنوان کے تحت قرآن پاک سے مختلف آیات کا حوالہ دیتے ہوئے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ فطرت نے تخلیق انسانی کا سلسلہ نفس واحدہ سے شروع کیا۔ لہٰذا اس کا جوڑ نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ لکھتے ہیں:

"اور پھر ان دونوں نر اور مادہ سے نسل انسانی کا سلسلہ روز افزوں ہوتا چلا گیا۔ ابتداً ایک نر اور ایک مادہ تھی۔ ایک نر کے لیے، چند مادائیں پیدا نہیں کی گئی تھیں۔ حالانکہ اضافہ نسل کے لیے اس وقت اس کی خصوصیت کے ساتھ ضرورت بھی

---

[2] ۔ الزبیدی، مرتضی الحسینی، سید محمد، تاج العروس من جواھر القاموس، تحقیق: عبد السلام محمد ھارون، مطبعۃ حکومۃ الکویت، ۱۹۹۴ء، ۶/ ۲۲

[3] ۔ عثمانی، عمر احمد، فقہ القرآن، ادارہ فکر اسلامی کراچی، ۱۹۸۰ء، ۱/ ۴۸۷

تھی۔"[4]

سورۃ النساء کی آیات (۲۱-۱۹) کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں کہ "اگر ایک بیوی پسند نہیں تو اسے چھوڑ کر اس کے بدلہ کوئی دوسری بیوی لے آؤ لیکن اس کے لیے بھی شرط یہ عائد کی کہ اس کی موجودگی میں دوسری بیوی نہیں لا سکتے۔ بلکہ پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی لا سکتے ہو۔ اسلام کا قانون یہی ہے کہ ایک مرد کو ایک ہی بیوی رکھنی ہوگی۔ ایک سے زیادہ بیویاں نہیں رکھی جا سکتیں۔"[5]

مولانا عمر احمد عثمانی تعددِ ازدواج کے ضمن میں سورۃ النساء کی آیات (۳-۲) کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لفظ یتامیٰ کی لغوی تشریح بیان کرتے ہیں کہ یتامیٰ کا لفظ صرف یتیم بچوں اور بچیوں کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ بے باپ کی جوان لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے لیے بھی

ہے۔ اپنی بات کی تائید میں فقہ حنفی کے مشہور امام شیخ الاسلام ابو بکر جصاص رازیؒ (م ۳۷۰ھ) کی مشہور کتاب 'احکام القرآن' سے اقتباس نقل کرتے ہیں:

"یتیم کا لفظ بھی اس بچہ پر بولا جاتا ہے جو اپنے باپ (کے مر جانے) سے تنہا رہ جائے اور اس عورت پر بھی بولا جاتا ہے جو اپنے شوہر (کے مر جانے یا اس سے طلاق ہو جانے) سے تنہا رہ جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یتیم لڑکی سے اس کی شادی کے بارے میں رائے معلوم کی جائے۔ حالانکہ لڑکیوں سے اس وقت رائے معلوم کی جا سکتی ہے جب وہ بالغ ہو چکی ہوں۔"[6]

تعددِ ازدواج کی اجازت کے ضمن میں مولانا عمر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"قرآن کریم نے تعدد ازدواج کی اجازت کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ مسلم معاشرہ میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ انصاف کا سلوک نہ ہو سکنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ ان کی خبر گیری، حفاظت اور کفالت نہ ہو سکتی ہو تو تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط ہی نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جا سکتا۔)

جس مسلم معاشرہ میں جس وقت بھی یہ پیچیدہ سوال درپیش ہو گا اس وقت تعدد ازدواج کی اجازت ہو گی اور جب یہ سوال درپیش نہیں ہو گا تعدد ازدواج کی اجازت نہیں ہو گی۔ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ مشروط ہے۔"[7]

تعدد ازدواج کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں کہ "قرآن کریم نے چند الفاظ سے تین بڑی عظیم الشان اصلاحات بیان کر دی ہیں:

---

[4]۔ ایضاً، ۱/ ۴۸۹

[5]۔ ایضاً، ۱/ ۴۹۳-۴۹۴

[6]۔ ایضاً، ۱/ ۴۹۶

[7]۔ ایضاً، ۲/ ۸۰-۸۱

۱۔ تعدد ازدواج کو جواز عطا کر کے عورتوں کی کثرت کا مناسب بندوبست کر دیا گیا جو کہ اس وقت معاشرہ میں موجود تھی۔
۲۔ تعدد ازدواج کی تحدید کر دی گئی تاکہ معاشرہ میں مال دار اور بڑے لوگ اپنے حرموں کو عورتوں سے بھر نہ لیں بلکہ محروم اور کمزور لوگوں کو بھی بیویاں میسر آ سکیں۔
۳۔ اس اجازت کو ہنگامی حالات کے ساتھ مشروط کر دیا گیا تاکہ ہر ایک کو یہ معلوم رہے کہ یہ اجازت کن حالات میں قابل عمل ہے۔"[8]

مولانا عمر احمد عثمانی کے مطابق متقدمین کے زمانہ میں اسلامی حکومتوں میں مکمل امن وامان تو کبھی بھی نہیں رہا۔ ہنگامی حالت برقرار تھی۔ مرد برابر مرتے کٹتے رہے۔ لہٰذا شرط موجود تھی اور حکم علی حالہ باقی تھا۔ اس بنا پر انہیں نہ نظر ثانی کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی اور نہ انہوں نے حکم میں کوئی تبدیلی فرمائی۔ لیکن متاخرین علماء تک پہنچتے سے پہلے اجتہاد کے دروازے بند ہو چکے تھے اور نہ ہی ان میں متقدمین کی فہم وبصیرت تھی نہ ندرت فکر اور جدت کردار تھی۔ وہ غریب لکیر کے فقیر بنے رہے اور آج تک بنے ہوئے ہیں۔ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی تھی کہ جو صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے اس میں غور وفکر فرما کر اس پر نظر ثانی فرماتے اور اس میں کسی تبدیلی کا سوچتے۔ لہٰذا اپنی عافیت اسی میں نظر آئی کہ جو کچھ ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسے کسی نہ کسی طور سے حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔[9]

متجددین کے افکار وآراء

تعدد ازواج کے ضمن میں معاصر متجددین کے خیالات مولانا عمر احمد عثمانی کے افکار وآراء سے قریباً قریباً موافقت رکھتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان معاصر متجددین کی آراء بیان کرتے ہیں۔

غلام احمد پرویز[10] کے افکار:

غلام احمد پرویز (م ۱۹۸۵ء) تعدد ازدواج میں اس تصور کو قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں کہ ایک مسلمان مرد جب جی چاہے چار تک شادیاں کر سکتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن عام حالات میں ایک ہی شادی کی اجازت دیتا ہے۔ اگر اس بیوی سے

8۔ ایضاً، ۲/۹۳

9۔ ایضاً، ۱/۵۰۶-۵۰۷

10۔ غلام احمد پرویز (۹ جولائی ۱۹۰۳ء- ۲۴ فروری ۱۹۸۵ء) بھارتی شہر بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ بیسویں صدی کے ایک ممتاز سکالر تھے جنہوں نے اپنی فکر کی بنیاد قرآن پر رکھی۔ رسالہ طلوع اسلام کے مدیر رہے۔ کئی کتب لکھیں جن میں نمایاں مطالب الفرقان، انسان نے کیا سوچا؟ مقام حدیث، لسان القرآن، لغات القرآن، مفہوم القرآن، تبویب القرآن، اسباب زوال امت، قرآنی فیصلے (جلد اول، دوم)، من ویزداں (اللہ کا صحیح تصور)، معراج انسانیت (سیرت رسول اکرم ﷺ)، طاہرہ کے نام خطوط، فردوس گم گشتہ (مجموعہ مقالات وخطبات) وغیرہ ہیں۔ اپنے نظریات کی بنا پر کافی مطعون ہوئے۔ علامہ اقبالؒ سے بہت تعلق تھا۔ لاہور میں وفات پائی۔

نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو مرد اس کے بعد دوسری شادی کر سکتا ہے:

وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ[11]

(اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو تو پہلی بیوی کا مہر پورا پورا ادا کر دو اور پھر اس کی جگہ دوسری بیوی لاؤ۔)

اس سے یہ بالکل واضح ہے کہ ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی آسکتی ہے، اس کی موجودگی میں نہیں۔[12]

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِى ٱلْيَتَـٰمَىٰ فَٱنكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَـٰثَ وَرُبَـٰعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا[13]

اس کی تشریح کرتے ہوئے غلام احمد پرویز درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں: ۱۔اسلام کا تصور قانون ازدواج ایک وقت میں ایک ہی بیوی (Monogamy) کی اجازت دیتا ہے۔

۲۔اگر معاشرہ میں ایسے ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں کہ یتیم بچے اور بے شوہر عورتوں کی کثرت ہو جائے تو ایسی اجتماعی مشکل کے حل کے لیے ایک صورت یہ ہے کہ ایک بیوی کے قانون میں عارضی استثناء کر دیا جائے۔ اگر یتیم بچوں کا مسئلہ ہو تو اس کے حل کی اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں لیکن مسئلہ شادی کے قابل عورتوں کا ہے۔ ان (مسلمان) عورتوں کی شادی غیر مسلموں سے ہو ہی نہیں سکتی۔ انہیں مسلمان گھروں کے اندر ہی جذب ہونا ہے تو اس کی شکل اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک خاندان میں، ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دے دی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اجازت اجتماعی ہے انفرادی نہیں۔ یعنی معاشرہ ہی اس کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں یا نہیں۔

۳۔ بہر حال ایسے حالات پیدا ہو جانے کے بعد ایک سے زائد بیوی کی اجازت بھی صرف اسی فرد کو دی جائے گی جو:

ا۔عدل کر سکے ب۔ ان خاندانوں کی پرورش کا کفیل بن سکے (قرآنی معاشرہ میں اس کی کفالت معاشرہ پر ہو گی لیکن جب تک وہ معاشرہ قائم نہ ہو اس کی ذمہ داری افراد پر ہی ہو گی۔)

اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہیں ہوتی تو پھر "ایک بیوی" والا قانون ہی نافذ رہے گا۔[14]

عبدالحلیم ابوشقہ:

دور حاضر کے ایک اور متجدد عبدالحلیم ابوشقہ (م ۱۹۹۵ء) ہیں۔ یہ بھی تعدد ازدواج کے ضمن میں مشروط اجازت کے قائل ہیں۔ انہوں نے اپنے ان خیالات کا اظہار اپنی کتاب "تحریر المراۃ فی عصر الرسالۃ" میں کیا ہے۔ آپ سورۃ النسآء آیت نمبر تین کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"اذن هدف التعدد هو تحقيق صلاح حال الاسرة ،ليس متعة الرجل وحده،واذا كان لرجل حاجة فى التعدد يتم بها صلاح حاله ،وحيل بينه وبين التعدد ،فلا بد ان يتضرر ويضعف نشاطه وتقل راحته

---

[11]۔ النساء۴:۲۰

[12]۔ پرویز، غلام احمد، طاہرہ کے نام خطوط، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۹۶

[13]۔ النساء۴:۳

[14]۔ طاہرہ کے نام خطوط، ص ۱۹۸-۱۹۹

،حسب اهمية تلك الحاجة ،ولابد يضر ذلك بحال الاسرة كلها۔"[15]

پس تعدد ازدواج کا مقصد احوال خاندان کی درستگی ہے۔ صرف مرد کی لذت اندوزی نہیں ہے۔ اگر مرد کو تعدد ازدواج کی ضرورت ہو تاکہ اسے سکون واطمینان حاصل ہو سکے اور تعدد سے اسے روک دیا جائے تو یقیناً اسے نقصان پہنچے گا۔ اس کی کارکردگی اور نشاط انگیزی متاثر ہوگی اور آرام وراحت ناپید ہو جائے گا۔ ضرورت جس درجہ میں ہوگی اس کا اثر بھی اس درجہ میں ہوگا اور اس کا اثر خاندان پر بھی لازماً مرتب ہوگا۔

لیکن اگر مرد بلا ضرورت شادی کرتا ہے اور اس کی ضرورت ایک زوجہ سے پوری ہو جاتی ہے تو لازماً اس سے بھی نقصان ہوگا۔ مالی ومعنوی نگہداشت نہ ہونے کی وجہ سے بعد ازاں مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

تعدد ازدواج کی شرطیں:

عبد الحلیم ابو شقہ تعدد ازدواج کے لیے درج ذیل شرائط کا تذکرہ کرتے ہیں:

۱۔ عدل کی قدرت ۲۔ ازدواج، اولاد اور زیر تربیت لوگوں کے اخراجات کی قدرت

۳۔ ازدواج اور اولاد کی بہترین نگہداشت کی قدرت

تعدد ازدواج کے اسباب:

عبد الحلیم ابو شقہ تعدد ازدواج کے درج ذیل اسباب بیان کرتے ہیں:

۱۔ بیوی بانجھ پن کا شکار ہو۔ ۲۔ بیوی کسی قسم کے جسمانی، ذہنی یا نفسیاتی عیب و مرض کا شکار ہو۔

۳۔ بیوی کی شخصیت میں کسی قسم کا کوئی نقص موجود ہو۔ ۴۔ مرد کثرت سے سفر کرتا ہو کیونکہ طویل سفر میں شریک زندگی کی رفاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ ایک بیوی سے اس ضرورت کی تکمیل نہ ہو سکے۔

۵۔ کسی نگہبان سے محروم نیک خاتون کے ساتھ حسن سلوک کی خاطر تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔

۶۔ صحت اور دولت کے ساتھ مزید لطف اندوزی کی خواہش بھی تعدد ازدواج کے اسباب میں سے ایک ہے۔

ان سب پر عمل آوری عرف پر موقوف ہے۔ جزیرہ عرب کے باشندوں میں اسلام سے قبل بھی اور اسلام کے بعد بھی تعدد ازدواج کا عرف موجود تھا۔

تعددِ ازدواج کے لیے چند ضوابط:

عبد الحلیم ابو شقہ نے تعدد ازدواج کے لیے چند ضوابط کا تذکرہ کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ چار سے زائد شادیوں کی ممانعت ۲۔ ازواج کے درمیان عدل کی شرط

۳۔ ایک بیوی کے ساتھ اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ جمع کرنے کی ممانعت ۴۔ پہلی بیوی کو طلاق دینے کی شرط نہ لگائی جائے۔

---

[15]۔ ابو شقہ، عبد الحلیم، تحریر المراۃ فی عصر الرسالۃ، ۵/ ۲۹۱، دار القلم دلی، س ن، ص ۴۲۶

عبد الحلیم ابو شقہ نے ان نکات کے تحت قرآنی آیات وروایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔[16]

ڈاکٹر محمد شکیل اوج[17]:

ڈاکٹر محمد شکیل اوج (م ۲۰۱۴ء) کے مطابق اسلام کا تصور تعددِ ازدواج اسے دیگر تمام مذاہب عالم پر خصوصیت اور ممتاز حیثیت عطا کرتا ہے۔ جس نے مردوں کی لاتعداد شادیوں کے رواجی قانون کو چار کی حد تک محدود کر دیا۔ ڈاکٹر شکیل چار صحابہ کرامؓ کی مثالوں سے واضح کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرتے وقت ان کی بیویوں کی تعداد چار سے لے کر دس تک تھی لیکن حضور ﷺ نے تحدید فرما کر تعداد چار کر دی۔ سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۳ کی وضاحت کچھ یوں کرتے ہیں:

"گویہ آیت جس تناظر میں اتری ہے، وہ یتیموں اور بیواؤں کی آبادکاری اور کفالت ونگہداری کے مضمون پر مشتمل ہے۔ مگر اس خصوص میں حالت عموم کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ اگر اس حکم کو اس کے تناظر میں مخصوص یا محدود کر دیا جائے تو قرآن کے دیگر احکام کو بھی اسی اصول کے پیش نظر اس کے مخصوص پس منظر میں محدود کرنا پڑے گا۔ اس طرح قرآن کے بیشتر احکام اپنے اپنے تناظر میں یعنی مخصوص حالات میں تو قابل عمل ٹھہریں گے اور عام حالات میں عمل سے خارج ہو جائیں گے۔۔۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اصلاً تو بیواؤں سے نکاح کرنے کے سلسلے میں اتری ہے مگر غیر بیواؤں سے نکاح کرنا بھی اس کے ذیل میں آتا ہے۔[18]

ڈاکٹر محمد شکیل اوج تعددِ ازدواج کے ضمن میں قرآن پاک سے پانچ دلائل ذکر کرتے ہیں:

دلیل نمبر ۱:

قرآن میں مثنیٰ وثلث وربع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جس سے مراد دو دو، تین تین اور چار چار ہیں۔ اگر ایک ہی وقت میں ایک بیوی کا ہی اصول مستقل، دائمی اور ناقابل تغیر و تبدل ہوتا تو مثنیٰ وثلث وربع کے الفاظ ہرگز استعمال نہ ہوتے۔ دو دو، تین تین اور چار چار کے الفاظ سے یہ مراد ہے کہ تعداد نکاح کرنے والوں کے حالات کے مطابق ہونی چاہیے۔ لیکن چار سے زائد شادیاں نہیں کی جاسکتیں۔

دلیل نمبر ۲:

"الا تعدلوا" کے الفاظ میں عدل کی شرط کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ عدل کی شرط کے وقت متعدد بیویاں رکھنے کی صورت میں ہی عائد ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج ایک اجتہادی اصول "جو کام کسی ایک ضرورت کے تحت جائز ہو، وہ اس

---

[16]۔ ایضاً، عورت عہد رسالت ﷺ میں، مترجم: محمد فہیم اختر ندوی، نشریات لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۴۲۶-۴۳۲

[17]۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج یکم جنوری ۱۹۶۰ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی۔ آپ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ مفسر بھی تھے۔ آپ نے ۱۵ کتب لکھیں۔ حکومت پاکستان نے آپ کو تمغہ امتیاز سے نوازا۔ خواتین کے حوالے سے آپ کے خیالات پر تنقید کی جاتی رہی ہے۔ آپ کو ۱۸ ستمبر ۲۰۱۴ء کو کراچی میں قتل کر دیا گیا۔

[18]۔ اوج، محمد شکیل، ڈاکٹر، نسائیات، کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۶۲

جیسی کسی دوسری ضرورت میں بھی جائز قرار پاتا ہے" کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ظاہری ضرورت اور سماجی خدمت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ظاہری ضرورت تو یتیموں یا بیواؤں کی خبر گیری اور سرپرستی کی ضرورت کا پہلو ہے اور اس پہلو پر تعدد پر عمل کی صورت میں نکاح خالصتاً "منصوص" پر ہوگا۔ لیکن ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ سماجی ضروریات بھی تعدد ازدواج کا تقاضا کرتی ہیں۔ سماجی ضروریات میں بیوی کا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہونا جو لاعلاج ہو، بیوی بانجھ ہو، مرد کی جنسی ضروریات تعدد ازدواج کا تقاضا کرتی ہوں، یا پھر مرد کی شخصیت سے متاثر ہو کر کوئی عورت دوسری بیوی بننے کے لیے برضا و رغبت تیار ہو۔

دلیل نمبر ۳:

ڈاکٹر محمد شکیل اوج سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۲۳ کا حوالہ دیتے ہیں:

وَأَن تَجْمَعُواْ بَيْنَ ٱلْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ[19]

دو بہنیں خواہ حقیقی ہوں یا ماں شریک یا باپ شریک، ایک مرد کے نکاح میں ایک وقت میں حرام کر دی گئی ہیں۔ حضور ﷺ نے خالہ بھانجی، پھوپھی بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس قانون سے خود بخود واضح ہوتا ہے کہ دو عورتیں اگر آپس میں بہنیں نہ ہوں (پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی نہ ہوں) تو ایک ہی مرد کے نکاح میں جمع ہو سکتی ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ[20]

ان الفاظ میں عورتوں کو جن رشتوں کے سامنے زیب وزینت کے اظہار کی اجازت دی گئی ہے وہ یہ ہیں:

i۔ شوہر　ii۔ باپ　iii۔ شوہر کے والد　iv۔ اپنے بیٹے　v۔ شوہر کے بیٹے

اپنے بیٹے اور شوہر کے بیٹے میں حقیقی اور غیر حقیقی کا فرق بتایا گیا ہے۔ شوہر کے بیٹوں سے مراد، جہاں کسی مرحومہ یا مطلقہ کے بیٹے ہو سکتے ہیں، وہیں کسی موجودہ بیوی کے بیٹے بھی ہو سکتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُواْ مِنْهُ شَيْـًٔا[21]

(اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی کا ارادہ کرو تو جو کچھ تم نے ان میں سے کسی ایک کو ڈھیر سامال دے دیا ہے تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔)

ڈاکٹر محمد شکیل اوج فرماتے ہیں کہ اس آیت میں 'احدھن' کا لفظ خصوصی توجہ کا متقاضی ہے۔ (احدیٰ مضاف، ھن ضمیر جمع مؤنث غائب، مضاف الیہ) اس کا مطلب ہے ان عورتوں میں سے کسی ایک کو۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق اس آیت کا

---

[19]۔ النساء ۴:۲۳

[20]۔ النور ۲۴:۳۱

[21]۔ النساء ۴:۲۰

ترجمہ قرآن کے اردو تراجم میں صحیح اور کامل طور پر نہ کیا گیا۔جب کہ اس آیت کا درست ترجمہ کرنے والوں میں سرسید احمد خاں، مولانا محمد جونا گڑھی، احمد سعید دہلوی، مولانا محمود حسن، سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا فرمان علی(اہل تشیع)، مفتی احمد یار خاں نعیمی، مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا غلام رسول سعیدی شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمد شکیل اوج سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۲۹ کے حوالہ سے عدل کی دو اقسام کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک عدل محبت میں عدل ہے اور دوسرا عدل نان ونفقہ، علاج معالجہ، بستر و رہائش میں عدل ہے۔ جس عدل میں عدم استطاعت کا تذکرہ ہے، وہ محبت میں عدل ہے جو بالکل فطری امر ہے۔ دراصل متعدد بیویوں سے ایک جیسی محبت ہو ہی نہیں سکتی، جب کہ نان ونفقہ میں عدل ممکن ہے۔ اس عدل کو چھوڑنا عورت کو معلق کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن نے اس عدل کے ساتھ تعددِ ازدواج کی اجازت دی ہے۔ جو ان ضروریات کو پورا نہ کرسکے، اسے متعدد بیویاں رکھنے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔[22]

مولانا وحید الدین خاں[23]:

مولانا وحید الدین خاں (م ۲۰۲۱ء) تعدد ازدواج کے سلسلہ میں نازل ہونے والی سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۳ کا شان نزول بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اپنے الفاظ اور اپنے شان نزول کے اعتبار سے بظاہر یہ ایک وقتی حکم نظر آتا ہے۔ یعنی اس کا تعلق اس صورت حال سے ہے، جب کہ جنگ کے نتیجہ میں آبادی کے اندر عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی اور مردوں کی تعداد کم۔ مگر قرآن اپنے نزول کے اعتبار سے زمانی ہونے کے باوجود اپنے اطلاق کے اعتبار سے ایک ابدی کتاب ہے۔ قرآن کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ زمانی زبان میں ابدی حقیقت بیان کرتا ہے۔ اس کا یہ حکم بھی اس کی اسی صفت خاص کا مظہر ہے۔"[24]

مولانا وحید الدین خاں کے مطابق قرآن کے اس حکم کی تعمیل کے لیے ایک لازمی شرط (Inescapable Condition) مردوں اور عورتوں کی تعداد میں نابرابری ہونا ہے۔ اگر یہ صورت حال نہ پائی جارہی ہو تو قرآن کا حکم عملاً ناقابل نفاذ ہوگا۔ مولانا وحید الدین خاں تاریخ سے مثالیں پیش کرتے ہیں کہ مردوں کی تعداد عورتوں کی نسبت ہمیشہ کم رہی ہے۔ اس کی وجوہات میں جنگیں، جرائم، صنعتی حادثات، سزا وغیرہ شامل ہیں۔ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں آٹھ ملین سے زیادہ فوجی مارے گئے، دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) میں ساڑھے چھ کروڑ آدمی ہلاک ہوئے۔ عراق، ایران جنگ (۱۹۷۹-۱۹۸۸ء) میں ایران کی ۸۲ ہزار عورتیں بیوہ ہوگئیں۔[25]

---

[22]۔ نسائیات، ص ۶۱-۷۱

[23]۔ مولانا وحید الدین خاں (۱۹۲۵ء-۲۰۲۱ء) مدرسہ اصلاح اعظم گڑھ کے فارغ التحصیل، مصنف کتب کثیرہ، مقرر اور مفکر تھے۔ آپ کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہتے تھے۔ اردو اور انگریزی زبان میں "الرسالہ" جاری کیا۔ ان کے بعض نظریات اور افکار پر تنقید کی جاتی رہی ہے۔

[24]۔ خاں، وحید الدین، خاتون اسلام، ملک اینڈ کمپنی لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۲۷۱

[25].Encyclopedia Britannica, Encyclopedia Britannica Inc., Chicago,1984,14/1102

مولانا وحید الدین خاں بیان کرتے ہیں کہ عورت اور مرد کی تعداد میں نابرابری ہماری دنیا کا ایک مستقل مسئلہ ہے۔ وہ جنگ کے حالات میں بھی پایا جاتا ہے اور جنگ نہ ہونے کی حالت میں بھی۔ اس کی دو صورتیں ممکن ہیں۔ پہلی صورت میں تو بیوہ عورتیں اپنے آپ کو جلا کر اپنے وجود کو ختم کر لیں تاکہ ان کا وجود نہ رہے اور نہ ان کے مسائل۔ دوسری صورت وہ ہے جو "مہذب سوسائٹی" میں رائج ہے۔ یعنی کسی ایک مرد کی دوسری منکوحہ بیوی بننے پر راضی نہ ہونا، البتہ بہت سے مردوں کی غیر منکوحہ بیوی بن جانا۔[26]

مولانا وحید الدین خاں کی رائے میں دوسری اور تیسری بیوی بننے پر راضی ہونے والی عورت ہنگامی حالات میں ہی راضی ہوتی ہے۔ تعدد ازدواج کا یہ حکم فاضل عورتوں کو جنسی آوارگی سے بچا کر معقول اور مستحکم خاندانی زندگی گزارنے کا ایک انتظام ہے۔ مردوں کے لیے ایک سے زیادہ نکاح اس وقت ممکن ہو گا جب کہ آبادی میں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں زیادہ تعداد میں پائی جا رہی ہوں۔ مولانا وحید الدین خاں لکھتے ہیں:

"اسلام میں ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت بطور آئیڈیل نہیں ہے۔ یہ درحقیقت ایک عملی ضرورت (Practical Reason) کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آبادی میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس زیادہ تعداد کے باعزت حل کے لیے تعدد ازواج کا اصول مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ایک عملی حل ہے نہ کہ نظریاتی آئیڈیل۔"[27]

جاوید احمد غامدی[28]:

جاوید احمد غامدی (پ ۱۹۵۱ء) اپنی کتاب "میزان" میں تعددِ ازدواج کے ضمن میں سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۳ کے شانِ نزول کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت کے مخاطب یتیموں کے سرپرست ہیں۔ اور انہیں یتیموں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اگر یتیموں کی ماؤں سے شادی کی ضرورت ہے تو وہ ان سے نکاح کر لیں۔ کیونکہ اگر وہ اس ذمہ داری میں شریک ہو جائیں گی تو وہ زیادہ بہتر طریقے پر اسے پورا کر سکیں گے۔ لکھتے ہیں:

"اس سے واضح ہے کہ یہ آیت اصلاً تعدد ازواج سے متعلق کوئی حکم بیان کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ یتیموں کی مصلحت کے پیشِ نظر تعددِ ازواج کے اس رواج سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب کے لیے نازل ہوئی ہے، جو عرب میں پہلے سے موجود تھا۔ قرآن نے دوسرے مقامات پر صاف اشارہ کیا ہے کہ انسان کی تخلیق جس فطرت پر ہوئی ہے، اس کی رو سے

---

[26]۔ خاتون اسلام، ص ۲۷۶-۲۷۷

[27]۔ ایضاً، ص ۲۷۹

[28]۔ جاوید احمد غامدی ۱۸ اپریل ۱۹۵۱ء کو ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ادارہ المورد لاہور کے بانی رہے۔ رسالہ اشراق کے مدیر رہے۔ کئی کتب لکھیں۔ تجدد پسند نظریات کی بنا پر جمہور علماء نے ان پر بعض سخت قسم کے فتاویٰ بھی لگائے ہیں۔ آج کل ملائیشیا میں مقیم ہیں۔

خاندان کا ادارہ اپنی اصلی خوبیوں کے ساتھ ایک ہی مرد و عورت میں رشتہ نکاح سے قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ جگہ جگہ بیان ہوا ہے کہ انسانیت کی ابتدا سیدنا آدمؑ سے ہوئی ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی بیوی پیدا کی تھی۔ یہ تمدن کی ضروریات اور انسان کے نفسی، سیاسی اور سماجی مصالح ہیں جن کی بنا پر تعددِ ازواج کا رواج کم یا زیادہ، ہر معاشرے میں رہا اور انہی کی رعایت سے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کسی شریعت میں اسے ممنوع قرار نہیں دیا۔ یہاں بھی اس نوعیت کی ایک مصلحت میں اس سے فائدہ اٹھانے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔"[29]

سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۲۹-۱۳۰ کی تشریح و تفسیر میں جاوید احمد غامدی بیان کرتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان جس عدل کا تقاضا قرآن نے کیا ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ظاہر کے برتاؤ اور دل کے لگاؤ میں کسی پہلو سے کوئی فرق باقی نہ رہے، اس طرح کا عدل کسی کی طاقت میں نہیں ہے اور کوئی شخص یہ کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ دل کے میلان پر آدمی کو اختیار نہیں ہوتا، لہٰذا قرآن کا تقاضا صرف یہ ہے کہ شوہر ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جائے کہ دوسری بالکل معلق ہو کر رہ جائے۔ گویا کہ اس کا کوئی شوہر نہیں ہے۔"[30]

مولانا عمر احمد عثمانی اور متجددین کی رائے میں ایک مسلمان مرد ایک وقت میں صرف ایک عورت کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر حالات میں تبدیلی رونما ہو جائے تو پھر ایک سے زائد نکاح کیے جا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا عمر احمد عثمانی اور متجددین کئی حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ ہم ان کی اس رائے اور اس ضمن میں وارد ہونے والے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

ناقدانہ جائزہ:

قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت ہے کہ مرد ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ جمہور علماء بھی اسی رائے کے قائل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي ٱلْيَتَـٰمَىٰ فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَـٰثَ وَرُبَـٰعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا[31]

(اگر تم اس بات سے ڈرو کہ تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے انصاف نہیں کر سکو گے تو تم دوسری عورتوں سے، جو تمہیں زیادہ پسند ہوں، نکاح کر لو، دو دو تین تین اور چار چار سے، تاہم اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں) ان کے مابین انصاف (عدل) نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا (ان سے استمتاع کرو) جس کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں۔ یہ زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ تم ناانصافی نہ کرو۔)

روایت میں آتا ہے:

---

[29]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد علم و تحقیق لاہور، ص ۴۲۸-۴۲۹

[30]۔ ایضاً، ص ۴۳۰

[31]۔ النساء ۴:۳

"عن ابن شهاب، قال: اخبرني عروة بن الزبير، انه سال عائشة، عن قول الله تعالى وإن خفتم الا تقسطوا في اليتامى سورة النساء آية 3، فقالت:" يا ابن اختي، هذه اليتيمة تكون في حجر وليها، تشركه في ماله ويعجبه مالها وجمالها، فيريد وليها ان يتزوجها بغير ان يقسط في صداقها، فيعطيها مثل ما يعطيها غيره، فنهوا عن ان ينكحوهن إلا ان يقسطوا لهن، ويبلغوا لهن اعلى سنتهن في الصداق، فامروا ان ينكحوا ما طاب لهم من النساء سواهن، قال عروة: قالت عائشة:" وإن الناس استفتوا رسول الله ﷺ بعد هذه الآية، فانزل الله ويستفتونك في النساء سورة النساء آية 127، قالت عائشة: وقول الله تعالى في آية اخرى: وترغبون ان تنكحوهن سورة النساء آية 127 رغبة احدكم عن يتيمته حين تكون قليلة المال والجمال، قالت:" فنهوا ان ينكحوا عن من رغبوا في ماله وجماله في يتامى النساء إلا بالقسط، من اجل رغبتهم عنهن إذا كن قليلات المال والجمال."[32]

(ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا مجھ کو عروہ بن زبیر نے خبر دی انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت «وإن خفتم أن لا تقسطوا في اليتامى» کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے کہا میرے بھانجے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم لڑکی اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اس کی جائیداد کی حصہ دار ہو (ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہو) اب اس ولی کو اس کی مالداری اور خوبصورتی پسند آئے۔ پس اس سے نکاح کرنا چاہے پر انصاف کے ساتھ پورا مہر جتنا مہر اس کو دوسرے لوگ دیں، نہ دینا چاہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں کے ساتھ جب تک ان کا پورا مہر انصاف کے ساتھ نہ دیں، نکاح کرنے سے منع فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تم دوسری عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں نکاح کر لو۔ (یتیم لڑکی کا نقصان نہ کرو) عروہ نے کہا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں، اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا، اس وقت اللہ نے یہ آیت «ويستفتونك في النساء» اتاری۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا دوسری آیت میں یہ جو فرمایا «وترغبون أن تنكحوهن» یعنی وہ یتیم لڑکیاں جن کا مال و جمال کم ہو اور تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ان یتیم لڑکیوں سے جن کا مال و جمال کم ہو نکاح کرنا نہیں چاہتے تو مال اور جمال والی یتیم لڑکیوں سے بھی جن سے تم کو نکاح کرنے کی رغبت ہے نکاح نہ کرو، مگر جب انصاف کے ساتھ ان کا مہر پورا ادا کرو۔)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں کہ اس آیت سے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ آیت میں عدد کے تینوں کلمات (مثنیٰ، ثلاث، رباع) عدل اور وحدت کی بنیاد پر غیر منصرف ہیں۔ گویا یہ معدول ہیں۔ یہ کس سے معدول ہیں؟ یہ معدول (پھرے ہوئے) ہیں اثنین، ثلاثہ اور اربعۃ سے، اور ان میں سے ہر ایک اپنی نوع کی تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس مثنیٰ اثنین اثنین، ثلاث ثلاثة ثلاثة اور رباع اربعة اربعة پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہا جائے: جآءنی القوم مثنیٰ اوثلاث او رباع تو اس کے معنی ہوں گے۔ میرے پاس قوم کے لوگ دو دو، یا تین تین یا چار چار کر کے آئے۔ یہ عربی زبان کا ایسا اسلوب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس اعتبار سے آیت میں یہاں ان الفاظ کا ترجمہ دو دو، تین تین یا چار چار ہی ہو گا۔ جس سے بیک وقت ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کا جواز اور چار سے زائد کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آگے "فواحدة" سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے۔ یعنی اگر تم محسوس کرو کہ ایک سے

32۔ بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: {وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى}، رقم الحدیث ۴۵۷۴

زائد ۲ یا۳یا۴بیویوں کے درمیان تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔[33]

اس آیت کی تائید احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔بعض صحابہ کرامؓ جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان کی بیویاں چار سے زائد تھیں۔آپ ﷺ نے ان کے اسلام لانے کے بعد ان کو حکم دیا کہ زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کو اپنے عقد میں رکھو۔باقی کو کو طلاق دے دو۔غیلان بن مسلمہ ثقفیؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں، آپؐ نے چار رکھ کر باقیوں کو جدا کرنے کا حکم دیا۔

"اختر منهن اربعا۔"[34]

(ان میں سے چار کو پسند کر لو۔)

قیس بن حارثؓ کے نکاح میں آٹھ بیویاں تھیں۔ان کو بھی چار بیویاں رکھنے کا حکم ملا۔امام شافعیؒ نے نوفل بن معاویہؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔جب کہ ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں۔آپؐ نے فرمایا:ان میں سے چار اپنے نکاح میں رکھو اور پانچویں کو الگ کرو۔[35]

کثرت ازدواج کی ایک اور دلیل اس حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔آپؐ نے فرمایا:

"اذا كان عند الرجل امراتان ،فلم يعدل بينهما،جاء يوم القيامة وشقه ساقط"[36]

(جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ یعنی نصف ساقط ہو گا۔)

ان احادیث سے واضح ہے کہ اسلام نے کسی مسلمان کے لیے ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں پر کوئی اعتراض نہ کیا ہے۔صحابہ کرامؓ کے ہاں ایک سے زائد بیویوں کا ثبوت ملتا ہے۔سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۹ بھی ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت میں نص صریح ہے۔اس لیے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے متعدد بیویوں کے درمیان انصاف کرنے کو نہایت مشکل عمل بتایا ہے لیکن اس کے باوجود کثرتِ ازدواج کی اجازت کو ختم نہیں کیا۔بلکہ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ کثرتِ ازدواج میں کہیں کوئی بیوی یکسر نظر انداز نہ ہونے پائے۔

وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ[37]

(اور تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ تم اپنی بیویوں میں ہر طرح سے عدل کرو خواہ تم اس کی کتنی ہی خواہش رکھو، پھر تم کسی ایک

33۔ یوسف، صلاح الدین، حافظ، خواتین کے امتیازی مسائل، دار السلام لاہور، ۱۹۹۳، ص ۲۰۹-۲۱۰

34۔ سنن ابی داوٗد،کتاب الطلاق،باب فی من اسلم و عنده نساء اكثر من اربع، رقم الحدیث: ۲۲۴۱

35۔ وھبۃ الزحیلی، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر للطباعۃ والتوزیع والنشر، دمشق، س ن، ۷/ ۱۶۹

36۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی،كتاب النكاح،باب:ماجاء فی الشوية بين الضرائر، رقم الحدیث: ۱۱۴۱، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۲۰۱۲ء

37۔ النساء ۴:۱۲۹

کی طرف پوری طرح مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو بیچ میں لٹکتی چھوڑ دو۔)

سید جلال الدین عمری "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ" میں بیان کرتے ہیں کہ "بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا ان امور میں ضروری ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں۔ یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ سب سے یکساں محبت کرے۔ کسی کی طرف دل کا جھکاؤ زیادہ اور کسی کی طرف کم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہم بستری اور مجامعت میں بھی مساوات ممکن نہیں ہے۔ اس کا تعلق طبیعت کے نشاط اور آمادگی پر ہے۔ یہ آدمی کے بس میں نہیں ہے۔"[38]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"ان النبیﷺ کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذا قسمی فی ما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک۔"[39]

(رسول اللہ ﷺ جو چیزیں تقسیم کی جا سکتی تھیں، وہ اپنی بیویوں کے درمیان تقسیم فرماتے اور انصاف کے ساتھ تقسیم فرماتے۔ اس کے بعد فرماتے: اے اللہ! جن چیزوں پر مجھے اختیار ہے، ان میں یہ تقسیم میں نے کی ہے۔ جن باتوں کا تو مالک ہے اور جو میرے اختیار میں نہیں ہیں (محبت وغیرہ) اس میں کمی بیشی ہو تو اس پر میری گرفت نہ فرما۔)

استاذ الدکتور وھبہ الزحیلی (م ۱۸ اگست ۲۰۱۵ء) تعددِ ازدواج کی حکمت بیان کرتے ہوئے اسباب عامہ اور اسباب خاصہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اسباب عامہ میں کسی آفت میں، جنگ کے نتیجے میں مردوں کے ہلاک ہونے کی صورت میں تعددِ ازدواج ہی واحد حل ہے جس سے سر عام بے حیائی اور جنسی ہیجان کے طوفان کو روکا جا سکتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی میں ایسا ہی ہوا۔ عورتوں نے سر عام مظاہرے کیے اور تعددِ ازدواج کو قانونی شکل دینے کے لیے مظاہرے ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک اور سبب کا تذکرہ کرتے ہیں کہ امت کو زیادت نسل (آبادی کے اضافہ) کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ مردوں کی تعداد میں اضافہ ہو جو دشمن کے خلاف جنگ لڑ سکیں۔ ایک اور سبب قرابتوں، رشتہ داریوں بالخصوص سسرالی رشتہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ قربت داری ہو گی اتنی ہی زیادہ اسلامی دعوت پھیلے گی۔

اسباب خاصہ میں انہوں نے درج ذیل عوامل کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ عورت کا بانجھ پن ۲۔ زوجین کے مابین ہم آہنگی نہ ہونا ۳۔ عورت ایک سے زائد مردوں سے نکاح نہیں کر سکتی

۴۔ پہلی بیوی کے لیے بسا اوقات مرد کی ناپسندیدگی بڑھ جاتی ہے۔ ۵۔ بعض مردوں میں قوت معمول سے زیادہ ہوتی ہے۔[40]

مولانا مودودیؒ سورۃ النساء آیت ۳ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

38۔ عمری، جلال الدین، سید، مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۱۰۴

39۔ تبریزی، ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب القسم، دار ارقم بیروت، س ن

40۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۵/ ۱۵۹-۱۶۱

"اس بات پر فقہائے امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی رو سے تعدد ازواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو ممنوع کر دیا گیا ہے۔ روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔"[41]

مولانا مزید لکھتے ہیں:

"بعض لوگ اہل مغرب کی مسیحیت زدہ رائے سے مغلوب و مرعوب ہو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کا اصل مقصد تعدد ازواج کے طریقے کو (جو مغربی نقطہ نظر سے فی الاصل برا طریقہ ہے) مٹا دینا تھا۔ مگر چونکہ یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پا چکا تھا۔ اس لیے اس پر صرف پابندیاں عائد کر کے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس قسم کی باتیں دراصل محض غلامی کا نتیجہ ہیں۔ تعدد ازواج کا فی نفسہ ایک برائی ہونا بجائے خود ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے۔ حصار نکاح کے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگتے ہیں۔ جس کے نقصانات تمدن و اخلاق کے لیے اس سے بہت زیادہ ہیں جو تعدد ازواج سے پہنچ سکتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دی ہے جو اس کی ضرورت محسوس کریں۔ تاہم جن لوگوں کے نزدیک تعدد ازواج فی نفسہ ایک برائی ہے ان کو یہ اختیار تو ضرور حاصل ہے کہ چاہیں تو قرآن کے برخلاف اس کی مذمت کریں اور اسے موقوف کر دینے کا مشورہ دیں۔ لیکن یہ حق انہیں نہیں پہنچتا کہ اپنی رائے کو خواہ مخواہ قرآن کی طرف منسوب کریں۔ کیونکہ قرآن نے صریح الفاظ میں اس کو جائز ٹھہرایا ہے اور اشارتاً و کنایتاً بھی اس کی مذمت میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ فی الواقع وہ اسے مسدود کرنا چاہتا تھا۔"[42]

مولانا مودودیؒ اپنی کتاب "سنت کی آئینی حیثیت" میں لکھتے ہیں:

"آخر کیا وجہ ہے کہ پچھلی صدی کے نصف آخر سے پہلے پوری دنیائے اسلام میں کبھی یہ تخیل پیدا نہ ہوا کہ تعدد ازواج کو روکنے یا اس پر سخت پابندیاں لگانے کی ضرورت ہے؟ کیا اس کی کوئی معقول توجیہ اس کے سوا دی جا سکتی ہے کہ اب ہمارے ہاں یہ تخیل ان مغربی قوموں کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو ایک سے زائد بیوی رکھنے کو ایک قبیح و شنیع فعل، اور خارج از نکاح تعلقات کو (بشرط تراضی طرفین) حلال وطیب یا کم از کم قابل درگزر سمجھتی ہیں؟ جن کے ہاں داشتہ رکھنے کا طریقہ قریب قریب مسلم ہو چکا ہے۔ مگر اسی داشتہ ہی سے نکاح کر لینا حرام ہے؟ اگر صداقت کے ساتھ فی الواقع اس کے سوا اس تخیل کے پیدا ہونے کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس طرح خارجی اثرات سے متاثر ہو کر قرآنی آیات کی تعبیریں کرنا کیا کوئی صحیح طریق اجتہاد ہے؟ اور کیا عام مسلمانوں کے ضمیر کو ایسے اجتہاد پر مطمئن کیا جا سکتا ہے؟"[43]

مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ اسلام سے قبل تمام مذاہب میں کثرت ازواج کی رسم بغیر کسی تحدید

---

[41]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۹ء، ۱/۳۲۱

[42]۔ ایضاً، ۱/۳۲۱-۳۲۲

[43]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۹۲

کے رائج تھی۔ کسی مذہب اور قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی۔ یہود و نصاریٰ، ہندو، آریوں اور پارسیوں کے ہاں کثرت ازدواج کی رسم عائد تھی۔ اسلام کے ابتداء میں بھی یہ رسم بغیر کسی تحدید کے جاری رہی۔ اس غیر محدود کثرت ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ حرص میں بہت زیادہ نکاح تو کر لیتے لیکن ان عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں غفلت کے مرتکب ہوتے۔ ان کے نکاح میں آنے والی عورتیں بطور قیدی کے زندگی گزارتیں۔ مزید بر آں ان عورتوں کے درمیان کوئی عدل وانصاف نہیں تھا جس کے ساتھ دلی رغبت ہوتی۔ اس کو تو نان و نفقہ اور تمام ازواجی حقوق میسر ہوتے، باقی عورتوں کے حقوق کی پروانہ کی جاتی۔[44]

مفتی محمد شفیع تعدد ازدواج کے حوالہ سے سورۃ النساء آیت نمبر ۳ کی تشریح میں روایات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم نے چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی اور اس حد کے اندر جو نکاح کیے جائیں گے وہ صحیح اور جائز ہوں گے لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل و مساوات قائم رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔ اس لیے جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک عظیم گناہ میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے۔ اس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔"[45]

مفتی محمد شفیعؒ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲۹ کی شرح و تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ تم عدل قائم نہیں کر سکو گے لہٰذا تعدد ازدواج کی اجازت ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا کے مطابق اس آیت میں عدل پر کسی کی قدرت نہ ہونے کا جو ذکر ہے وہ قلبی میلان کی برابری ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ قلبی میلان میں برابری تمہاری قدرت میں نہیں مگر بالکل ایک ہی طرف کے نہ ہو رہو کہ اختیاری معاملات میں بھی اس کو ترجیح دینے لگو۔[46]

مولانا غلام رسول سعیدی تبیان القرآن میں سورۃ النساء آیت نمبر ۳ کی تشریح کرتے ہوئے تعدد ازواج پر ہونے والے اعتراض کا جواب چار دلائل کی صورت میں دیتے ہیں:

پہلی دلیل: بعض معاشرتی مشکلات کے لیے تعدد ازدواج کی رخصت ایک معقول حل ہے اور اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں۔

دوسری دلیل: مرد بالعموم ساٹھ سال کی عمر تک جنسی عمل کا اہل ہوتا ہے۔ جب کہ عورت بچوں کی پیدائش کے باعث چالیس

---

[44]۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ اسلامیات کراچی، ۲۰۱۹ء، ۲/ ۳۲۰ء

[45]۔ ایضاً، ۲/ ۳۳۷

[46]۔ ایضاً

سال کی عمر تک پہنچنے پر جنسی عمل کے لیے پرکشش یا اہل نہیں رہتی۔

تیسری دلیل: بعض اوقات کسی شخص کی بیوی بانجھ ہو جاتی ہے جس سے اولاد ممکن نہیں ہوتی۔ اولاد کے حصول کی خواہش ایک فطرتی خواہش ہے۔

چوتھی دلیل: کسی شخص کی بیوی کسی متعدی بیماری کا شکار ہو گئی اور شفاء کی امید بالکل بھی نہیں ہے جب کہ شوہر جوان اور صحت مند ہو۔[47]

خلاصہ:

مولانا عمر احمد عثمانی کا مؤقف یہ ہے کہ مسلمان مرد ایک وقت میں ایک عورت کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے لیکن اگر حالات کی وجہ سے تبدیلی رونما ہو جائے تو پھر ایک سے زائد نکاح کیے جاسکتے ہیں۔ قرآن کریم نے تعدد ازدواج کی اجازت کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ مسلم معاشرہ میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ انصاف کا سلوک نہ ہو سکنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ ان کی خبر گیری، حفاظت اور کفالت نہ ہو سکتی ہو تو تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ جس مسلم معاشرہ میں جس وقت بھی یہ پیچیدہ سوال درپیش ہو گا اس وقت تعدد ازدواج کی اجازت ہو گی اور جب یہ سوال درپیش نہیں ہو گا تعدد ازدواج کی اجازت نہیں ہو گی۔ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ مشروط ہے۔ آپ کے نزدیک قرآن کریم نے چند الفاظ سے تین بڑی عظیم الشان اصلاحات بیان کر دی ہیں:

۱۔ تعدد ازدواج کو جواز عطا کر کے عورتوں کی کثرت کا مناسب بندوبست کر دیا گیا جو کہ اس وقت معاشرہ میں موجود تھی۔

۲۔ تعدد ازدواج کی تحدید کر دی گئی تا کہ معاشرہ میں مال دار اور بڑے لوگ اپنے حرموں کو عورتوں سے بھر نہ لیں بلکہ محروم اور کمزور لوگوں کو بھی بیویاں میسر آسکیں۔

۳۔ اس اجازت کو ہنگامی حالات کے ساتھ مشروط کر دیا گیا تا کہ ہر ایک کو یہ معلوم رہے کہ یہ اجازت کن حالات میں قابل عمل ہو سکتی ہے۔ یعنی مولانا عمر احمد عثمانی تعدد ازواج میں مشروط اجازت کے قائل ہیں کہ جب حالات ہنگامی ہوں گے تب اس کی اجازت ہو گی۔ جب شرط ختم ہو جائے گی تو مشروط بھی لامحالہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح معاصر متجددین بھی اسی رائے کے قائل ہیں کہ تعدد ازدواج کی اجازت مشروط طور پر دی گئی ہے اور یہ اسی وقت قابل نفاذ ہو سکتی ہے جب اس کے لیے مخصوص حالات اور آثار پائے جاتے ہوں۔ بصورت دیگر اس پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا۔

غلام احمد پرویز تعدد ازدواج میں اس تصور کو قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں کہ ایک مسلمان مرد جب جی چاہے چار تک شادیاں کر سکتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن عام حالات میں ایک ہی شادی کی اجازت دیتا ہے۔ اگر اس بیوی سے نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو مرد اس کے بعد دوسری شادی کر سکتا ہے:

---

[47] ۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، ۲۰۱۳ء، ۲/ ۵۵۴-۵۵۶

وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ[48]

(اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو تو پہلی بیوی کا مہر پورا پورا ادا کردو اور پھر اس کی جگہ دوسری بیوی لاؤ۔)

اس سے یہ بالکل واضح ہے کہ ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی آسکتی ہے، اس کی موجودگی میں نہیں۔

عبدالحلیم ابو شقہ کے نزدیک اگر معاشرہ میں کبھی ایسے ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں کہ یتیم بچے اور بے شوہر عورتوں کی کثرت ہو جائے تو ایسی اجتماعی مشکل کے حل کے لیے ایک صورت یہ ہے کہ ایک بیوی کے قانون میں عارضی استثناء کر دیا جائے۔ اگر یتیم بچوں کا مسئلہ ہو تو اس کے حل کی اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں لیکن مسئلہ شادی کے قابل عورتوں کا ہے۔ ان (مسلمان) عورتوں کی شادی غیر مسلموں سے ہو ہی نہیں سکتی۔ انہیں مسلمان گھروں کے اندر ہی جذب ہونا ہے تو اس کی شکل اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک خاندان میں، ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دے دی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اجازت اجتماعی ہے، انفرادی نہیں۔ یعنی معاشرہ ہی اس کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں یا نہیں۔ اس کے لیے درج ذیل شرائط واصول کو مد نظر رکھا جائے گا۔

۱۔ عدل کی قدرت ۲۔ ازدواج، اولاد اور زیر تربیت لوگوں کے اخراجات کی قدرت

۳۔ ازدواج اور اولاد کی بہترین نگہداشت کی قدرت

ڈاکٹر محمد شکیل اوج نے تعددِ ازدواج کے ضمن میں قرآن پاک سے پانچ دلائل کا ذکر کیا ہے۔ آپ سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۲۹ کے حوالہ سے عدل کی دو اقسام کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک عدل محبت میں عدل ہے اور دوسرا عدل نان ونفقہ، علاج معالجہ، بستر ورہائش میں عدل ہے۔ جس عدل میں عدم استطاعت کا تذکرہ ہے، وہ محبت میں عدل ہے جو بالکل فطری امر ہے۔ دراصل متعدد بیویوں سے ایک جیسی محبت ہو ہی نہیں سکتی، جب کہ نان ونفقہ میں عدل ممکن ہے۔ اس عدل کو چھوڑنا عورت کو معلق کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن نے اس عدل کے ساتھ تعددِ ازدواج کی اجازت دی ہے۔ جو ان ضروریات کو پورا نہ کر سکے، اسے متعدد بیویاں رکھنے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مولانا وحید الدین خاں کے مطابق اسلام میں ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت بطور آئیڈیل نہیں ہے۔ یہ درحقیقت ایک عملی ضرورت (Practical Reason) کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آبادی میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس زیادہ تعداد کے باعزت حل کے لیے تعدد ازواج کا اصول مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ایک عملی حل ہے نہ کہ نظریاتی آئیڈیل۔

جاوید احمد غامدی اپنی کتاب "میزان" میں تعددِ ازدواج کے ضمن میں سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۳ کے شان نزول کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت کے مخاطب یتیموں کے سرپرست ہیں۔ اور انہیں یتیموں کے حقوق کے تحفظ کے لیے

---

[48] ۔ النساء۴:۲۰

اگر یتیموں کی ماؤں سے شادی کی ضرورت ہے تو وہ ان سے نکاح کر لیں۔ کیونکہ اگر وہ اس ذمہ داری میں شریک ہو جائیں گی تو وہ زیادہ بہتر طریقے پر اسے پورا کر سکیں گے۔

متجددین کی ان آراء کے برعکس آثار و روایات اور تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد جمہور علماء کی یہ دلائل سامنے آتے ہیں کہ سورۃ النساء آیت نمبر ۳ اور آیت نمبر ۱۲۹ میں تعدد ازواج کی اجازت کا حکم عام ہے۔ روایات میں نبی اکرم ﷺ نے اسلام قبول کرنے پر غیلان بن سلمہ ثقفیؓ، قیس بن حارثؓ، نوفل بن معاویہؓ کے ہاں چار سے زیادہ بیویوں کو جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ تعدد ازواج کے ضمن میں قرآن نے چار عورتوں تک تحدید فرما دی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی کہ ان عورتوں کے ساتھ عدل کا برتاؤ لازم اختیار کیا جائے گا۔ اگر عدل کی عدم فراہمی ہو گی تو قرآن اس بات کو ناپسند کرتا ہے۔

قرآن و احادیث کی نصوص سے واضح ہے کہ اسلام نے کسی مسلمان کے لیے ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں پر کوئی اعتراض نہ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے ہاں ایک سے زائد بیویوں کا ثبوت ملتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۹ بھی ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت میں نص صریح ہے۔ اس لیے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے متعدد بیویوں کے درمیان انصاف کرنے کو نہایت مشکل عمل بتایا ہے لیکن اس کے باوجود کثرتِ ازدواج کی اجازت کو ختم نہیں کیا۔ بلکہ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ کثرتِ ازدواج میں کہیں کوئی بیوی یکسر نظر انداز نہ ہونے پائے۔